مناصب وذرائع کا استعمال

(تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں)

ڈاکٹر عبدالغفار☆

Abstract:

"Along with the caliphate and vicegerancy of God the first duty which is entrusted to man is that every person is to perform one's duties with complete responsibility. Every man possesses individually the post of caliphate and authority and every person is directly answerable before Allah Almighty. Integrity, honesty and regard for oath is an examplary and worth following aspect and is one of the prominent attributes of pious people. Allah Almighty has said as an order that the pious people should entrust their matters to such individuals who are worthy of this responsibility. All Government officials while taking over the post, should give oath to remain faithful to the state and institution and to use the sources and resources of country rightly. Giving oath is not just a ceremony rather it is promise that the oath taker makes to his institution, country and nation to perform his official duties with utmost honesty, making Allah as his witness."

خلافت الٰہی اور نیابت خداوندی کے ساتھ پہلا فریضہ جو انسان کے سپرد کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ

☆لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ہر شخص اپنے فرائض پوری ذمہ داری سے ادا کرے۔ خلافت وامارت کا منصب ہر انسان کو انفرادی حیثیت میں حاصل ہے اور ہر فرد براہ راست اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔ ایک ذمہ دار کی حیثیت سے لوگوں کے حقوق ادا کرنا اور اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی نہ کرنا تعلیمات نبوی ﷺ کا نچوڑ ہے۔ سرکاری عہدیداروں کا قومی یا عوامی مفاد کی بجائے اپنے ذاتی پسند و ناپسند کے مطابق فیصلے کرنا، ذاتی مفاد کے لئے ملکی ذرائع و وسائل کا استعمال، مالی فوائد حاصل کرنے کے لئے قانون کی خلاف ورزی یا قانون کا غلط استعمال یا ایسی خدمات یا مواد کا حصول جس کا وصول کنندہ قانونی طور پر حق دار نہیں تھا، مناصب وذرائع کا غیر ذمہ دارنہ استعمال ہے۔ امانت و دیانت اور عہد کی پاسداری تعلیمات نبوی ﷺ کا ایک مثالی اور لائق تقلید پہلو ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ میں اس اہم سیاسی اور معاشرتی پہلو سے متعلق خاصا وقیع مواد موجود ہے جس سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے سنجیدہ کوشش کر کے معاشرے میں موجود کرپشن اور بدعنوانی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کے آغاز سے ہی ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل کی طرف توجہ فرمائی جس میں انسان کی مثبت اور تعمیری صلاحیتیں پروان چڑھیں اور وہ اپنے مقصد حیات کو سمجھ کر اپنے فرائض کی تکمیل کر سکے۔ آپ ﷺ نے جن بنیادوں پر تشکیل معاشرہ کا کام جاری فرمایا ان میں پہلی چیز عقائد اسلام کے ذریعے ذہنی تربیت اور فکری اصلاح ہے۔ اس لئے کہ عقیدہ کی صحیح تربیت سے ہی طاقت ور ضمیر پیدا ہوتا ہے جو کہ منکر سے بچاتا ہے اور معروف پر آمادہ کرتا ہے۔ تشکیل معاشرہ کے لئے دوسری بنیادی چیز جو آپ ﷺ کے پیش نظر رہی وہ تزکیہ نفس ہے۔ قرآن حکیم نے آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں تزکیہ نفس کو تعلیم کتاب وحکمت پر مقدم فرمایا ہے۔ اس لئے کہ مضبوط عقیدہ اور روشن ضمیر سے ایک کامل اور مستحکم شخصیت وجود میں آتی ہے۔ تیسری بنیادی چیز جس پر عہد رسالت میں اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہوئی وہ اخلاق حسنہ ہیں۔ انسانی تہذیب وتمدن کا تمام تر دارومدار اخلاق پر ہی ہوتا ہے، اور اخلاقی بے راہ روی میں مبتلا اقوام ہمیشہ زوال کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقائد کے ساتھ ساتھ جس چیز پر سب سے زیادہ توجہ دی وہ اخلاق حسنہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشرتی عدل سرکاری مناصب وذرائع کے ذمہ دارانہ استعمال پر موقوف ہے، اور یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب مندرجہ ذیل دو امور پیش نظر رکھے جائیں۔

۱۔ قابل اور متدیّن حکام کا انتخاب کیا جائے۔

۲۔ ایسے اُصول وضوابط وضع کئے جائیں جن کی وجہ سے حکام رشوت اور دیگر ناجائز ذرائع و وسائل کے سبب مناصب کا غلط استعمال نہ کرنے پائیں۔

سرکاری مناصب وذرائع امانت ہیں:

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں مناصب وذرائع کے ذمہ دارانہ استعمال سے متعلق مذکورہ بالاعناوین میں سرفہرست یہ موضوع ہے کہ انسان کے پاس سرکاری مناصب وذرائع اللہ تعالی کی امانت ہیں۔ امانت کا ایک مفہوم تو بالکل واضح ہے کہ کوئی شخص کسی کے پاس کوئی چیز اماناً رکھوائے اور جب وہ شخص امین سے اپنی چیز واپس طلب کرے تو وہ بغیر کسی تر ڈد اور تبدل کے وہی چیز اُسے واپس کردے، اس کو امانت کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص امانت کے اس معیار پر پورا اترتا ہے تو اسے امین کہتے ہیں اور اگر کوئی شخص اس معیار پر پورا نہیں اترتا تو فرمان رسول ﷺ کے مطابق درحقیقت وہ شخص صاحبِ ایمان نہیں ہے۔(۱) قرآن حکیم میں حکومتی مناصب کو امانات سے تعبیر کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ یہ امانات صرف اہل اور صالح افراد کے سپرد کی جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُون ﴾(۲)

"اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہی ہوں گے۔"

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْل ﴾(۳)

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں (مناصب) ان کے اہل افراد کو سپرد کرو اور فیصلے کرتے وقت عدل کرو۔"

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے شان نزول کا ایک خاص واقعہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی خدمت کرنا اسلام سے پہلے بھی بڑی عزت وعظمت اور باعث شرف سمجھا جاتا تھا۔ بیت اللہ شریف کی کلید برداری کا اعزاز حضرت عثمان بن طلحہؓ کے پاس تھا اور وہی مقررہ ایام اور اوقات میں خانہ کعبہ کا دروازہ کھولنے اور بند کرنے پر مامور تھے۔ فتح مکہ کے دن جب ان سے خانہ کعبہ کی چابی لی گئی تو حضرت علیؓ نے اور بعض روایات میں حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے اپنے آپ کو اس منصب کے لئے پیش کیا لیکن آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے چابی کسی کو نہ دی۔ جب آپ ﷺ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائے تو مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمارہے تھے اور اذن خداوندی کے تحت جس سے چابی لی تھی اسی کو واپس کرتے ہوئے فرمایا ''اے بنی طلحہ اس چابی کو اللہ کی امانت کے طور پر لے لو اس چابی کو تم سے ظالم کے علاوہ کوئی نہیں چھینے گا۔" (۴)

مذکورہ واقعہ صرف شانِ نزول کا حکم رکھتا ہے، تاہم اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ آیت کا

سببِ نزول اگرچہ کوئی خاص واقعہ ہوا کرتا ہے لیکن آیت کا حکم عام ہوتا ہے اور اس آیت کے مخاطب عوام اور اہم حکومتی عہدیدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عوام اور افسران بالا کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل اور حقدار افراد تک پہنچاؤ۔ اس حکم میں ایک تو وہ امانتیں شامل ہیں جو مال و دولت کی صورت میں کسی کے پاس رکھوائی جائیں اور دوسرے وہ حکومتی اور ریاستی عہدے اور مناصب ہیں جن کو اہلیت اور صلاحیت رکھنے والے افراد کو سپرد کیا جانا چاہئے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں کہ" یہاں امانت کا لفظ نہایت وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ تمام حقوق و فرائض، خواہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہوں یا حقوق العباد سے، انفرادی نوعیت کے ہوں یا اجتماعی نوعیت کے، اپنوں سے متعلق ہوں یا بے گانوں سے، مالی معاملات کی قسم سے ہوں یا سیاسی معاہدات کی قسم کے، صلح و امن کے دور کے ہوں یا جنگ کے، غرض جس نوعیت اور جس درجے کے حقوق و فرائض ہوں وہ سب امانت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ مسلمانوں کو شریعت اور اقتدار کی امانت سپرد کرنے کے بعد اجتماعی حیثیت سے سب سے پہلے جو ہدایت ہوئی وہ یہ کہ تم جن حقوق و فرائض کے ذمہ دار بنائے جا رہے ہو ان کو ٹھیک ادا کرنا۔"(۵)

مفتی محمد شفیع عثمانیؒ مذکورہ آیت کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

> " قرآن حکیم نے لفظ اَمٰنٰت بصیغہ جمع استعمال فرمایا ہے، جس میں یہ اشارہ ہے کہ امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہوا ہو، جس کو عام طور پر امانت کہا اور سمجھا جاتا ہے بلکہ امانت کی کچھ اور بھی قسمیں ہیں۔ جو واقعہ آیت کے نزول کا ابھی ذکر کیا گیا ہے خود اس میں کوئی مالی امانت نہیں، کیونکہ بیت اللہ کی کنجی کوئی خاص مال نہ تھا بلکہ یہ کنجی خدمتِ بیت اللہ کے ایک عہدے کی نشانی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے اور منصب سب اللہ کی امانتیں ہیں، جس کے امین وہ حکام اور افسر ہیں جن کے ہاتھ میں عزل و نصب کے اختیارات ہیں، ان کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کرے جو اپنی عملی یا علمی قابلیت کے اعتبار سے اس کا اہل نہیں ہے بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور ہر عہدہ کے لئے اپنے دائرہ حکومت میں اس کے مستحق کو تلاش کریں۔ پوری اہلیت والا، سب شرائط کا جامع کوئی نہ ملے تو موجودہ لوگوں میں قابلیت اور ایمانداری کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ فائق ہو اُس کو ترجیح دی جائے۔"(۶)

ہر شخص اپنے دائرہ اختیار میں جوابدہ ہے:

شریعت اسلامیہ میں حقوق و فرائض کے تعین میں بہت توازن رکھا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصل توجہ اور زور فرائض کی ادائیگی پر دیا گیا ہے، اس لئے کہ ادائیگی فرض کا احساس و شعور انسان میں مثبت اور تعمیری اندازِ فکر پیدا کرتا ہے جو معاشرہ کی تعمیر و اصلاح اور وحدت و یکجہتی کے لئے بہت ضروری

ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ کا ماحاصل یہ ہے کہ فرض کی ادائیگی عظیم امانت ہے اور کوئی شخص اس امانت سے دست بردار نہیں ہوسکتا۔ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ رعیت کی نگہبانی سپرد کرے اور وہ بھلائی اور خیر خواہی کے ساتھ نگہبانی نہ کرے وہ بہشت کی مہک بھی نہ پائے گا۔(۷) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

قال رسول اللہ ﷺ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُول عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔(۸)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے زیر دستوں کا راعی اور نگہبان ہے ہر شخص سے اس کی ماتحت رعیت کی بابت باز پرس ہوگی۔ امام، خلیفہ، حاکم، امیر سے جو اپنے علاقہ کے لوگوں کا نگہبان وراعی ہے اس سے رعیت کی بابت پوچھا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا۔ خبردار تم میں سے ہر شخص سے متعلقہ امور کی باز پرس ہوگی۔"

عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے حاکموں میں سے بہترین حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے لئے دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں، اور بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں، تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم ایسے بدترین حاکموں کو معزول نہ کریں، فرمایا نہیں جو شخص تم پر حاکم بنایا جائے اور تم اس میں کوئی ایسی بات دیکھو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی ہے تو تم اس بات کو برا سمجھو مگر اس کی اطاعت سے دست بردار نہ ہوجاؤ۔(۹) قانون کی گرفت اور سزا کا خوف لوگوں کو برائی سے باز رکھتا ہے۔ انسان کی یہ کمزوری ہے کہ جب تک اس کے ذہن میں مسؤلیت کا خوف نہ ہو تو بالعموم وہ برائی سے باز نہیں آتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان عالیہ میں ایک بہت بڑی نفسیاتی حقیقت کا ذکر فرمایا کر باہمی معاملات میں تقوی، خداخوفی اور احساس ذمہ داری کو ہر وقت ذہن میں رکھنے کا حکم دیا ہے۔

ریاستی عہدوں پر اہل اور باصلاحیت افراد کا تقرر:

اسلامی سیاست کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ اس میں ریاستی وانتظامی امور کے تمام عہدے اور مناصب پر اہل، باصلاحیت اور امانت دار افراد کا تقرر کیا جانا چاہئے۔ حکومت کے اختیارات اور اموال

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امانت ہیں جنہیں خدا ترس، ایماندار اور عادل لوگوں کے سپرد کیا جانا چاہئے اور اس امانت میں کسی شخص کو من مانے طریقے پر، یا نفسانی اغراض کے لئے تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ جب کسی منصب پر کسی نا اہل کا تقرر ہوتا ہے تو معاشرہ میں بدامنی، ظلم و زیادتی اور بے چینی کا آنا لازمی امر ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ فَإِذَا ضُیِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانتَظِرِ السَّاعَةَ، قَالَ کَیْفَ إِضَاعَتُهَا؟قَالَ إِذَاوُسِّدَالأَمْرُإِلَى غَیْرِأَهْلِهِ فَانتَظِرِ السَّاعَةَ۔ (۱۰)

"ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب امانت ضائع کردی جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔ صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ امانت کیسے ضائع ہوگی۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ جب کوئی منصب کسی نا اہل کے سپرد کردیا جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی بنیاد پر بغیر اہلیت وصلاحیت کے دے دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے اور نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائے۔ (۱۱) بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لئے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور سب مسلمانوں سے خیانت کی۔ (۱۲) تعلقات اور سفارشوں اور قرابت داری کی وجہ سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نا اہل اور نا قابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور نظامِ حکومت برباد ہوجاتا ہے۔ بالخصوص ایسے ریاستی مناصب جن سے عوام کے حقوق وابستہ ہیں اور جن کے اختیار میں قوم کی دولت ہوتی ہے یا جن کے پاس قومی راز اور سلامتی و دفاع کے معاملات ہیں، تمام مناصب اہل اور امین افراد کو تفویض کئے جانے چاہئیں۔ اسی خدشہ کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب قوم کی قیادت اور اختیارات نا اہل لوگوں کو تفویض کردیئے جائیں، جب شاہینوں کا نشیمن زاغوں کے تصرف میں چلا جائے تو قیامت کا انتظار کرو، نا اہل اور بددیانت عمال لوگوں پر وقت سے پہلے ہی قیامت ڈھادیں گے۔

اہم مناصب پر تقرری کا قرآنی اصول:

قرآن حکیم میں بہترین ملازم اور عہدیدار کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ جس کام اور منصب کے لئے اُس کو رکھا جائے، اس کام کی پوری اہلیت اور طاقت رکھتا ہو اور اس کام کو وہ پوری امانتداری سے ادا کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے مدائن کے سفر میں دو لڑکیوں کی بکریوں کے پینے کیلئے پانی پلانے میں مدد

دی اور اُس کی کوئی اجرت ان سے نہیں لی۔ان دونوں لڑکیوں نے اپنے باپ شعیب علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے کہا کہ بادی النظر میں وہ شخص جسمانی اعتبار سے مضبوط اور روحانی طور پر امانت دار ہے، اور سفارش کی کہ آپ اُن کو اپنا خدمت گار رکھ لیجئے۔لہذا جب کسی شخص کو جس کام کا اہل سمجھ کر رکھا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی اہلیت کا پورا ثبوت دے اور اپنے فرائض منصبی کو پوری امانت داری اور انصاف کے ساتھ انجام دے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَتْ اِحْدٰهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ﴾(۱۳)

"ان دوعورتوں میں سے ایک نے کہا، اے ابا جان! اس شخص کو اپنا خدمت گار رکھ لیجئے، بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہوسکتا ہے جو طاقت ور بھی ہو اور امانت دار بھی ہو۔"

مذکورہ بالا قرآنی واقعہ سے یہ اصول فراہم ہوتا ہے کہ سرکاری عہدیداروں کی تقرری کرتے وقت وفاقی وصوبائی پبلک سروس کمیشن کے ادارے اس بات کو مدنظر رکھیں کہ امیدوار میں مندرجہ ذیل دو اوصاف ضرور پائے جائیں۔

ا۔ کام کی قوت وصلاحیت

ب۔ امانت داری اور دیانتداری

تعلیمات نبوی ﷺ میں امانت ودیانت کے ساتھ عہد کی پاسداری کا بھی حکم دیا گیا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اس شخص کا ایمان کامل نہیں جس میں امانتداری نہیں وہ شخص دیندار نہیں اور جس کے پاس عہد کی پاسداری نہیں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس وقت تک آدمی کا دین درست نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی زبان درست نہ ہو اور اس کی زبان اس وقت تک درست نہیں ہوتی جب تک اس کا دل درست نہ ہو۔اور وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، جس کی اذیت سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔ عرض کی گئی کہ یا رسول للہ ﷺ اذیت کیا ہے، تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کا (باتوں اور مال وغیرہ میں) ملاوٹ کرنا اور ظلم کرنا اذیت ہے۔"(۱۴) قرآن حکیم جن لوگوں کو فوز وفلاح کی خوشخبری دیتا ہے ان میں امانتوں کی ادائیگی اور عہد کی پاس داری کرنے والے افراد شامل ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾(۱۵)

"اور (وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں) جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاس داری کرنے والے ہوتے ہیں۔"

تمام حکومتی عہدیدار عہدہ سنبھالتے وقت ریاست اور آئین سے وفاداری اور ملکی ذرائع کے درست استعمال کا حلف اٹھاتے ہیں۔دستور پاکستان کے تیسرے جدول میں منتخب نمائندوں، مختلف اعلی

سول اور فوجی افسران سے لیے جانے والے حلف نامے درج کئے گئے ہیں۔ مذکورہ حلف ناموں کی عبارات کا مفہوم اور مقصد الفاظ کے معمولی حذف و اضافے کے ساتھ یہ ہے کہ میں اپنے منصب اور ملکی ذرائع کو انتہائی ذمہ داری سے استعمال کروں گا۔(۱۶) پولیس افسران سے لیا جانے والا حلف نامہ مندرجہ ذیل ہے۔

''میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر حلف دیتا ہوں کہ میں انصاف اور ایمان داری سے اپنے فرائض منصبی ادا کروں گا۔ میں خود اور اپنے سٹاف کو کرپشن میں ملوث نہیں ہونے دوں گا۔ خود بھی رزق حلال کھاؤں گا اور اپنے بچوں اور فیملی کی بھی رزق حلال سے پرورش کروں گا۔ کسی سے رشوت لوں گا نہ تقاضہ کروں گا اور نہ ہی اپنے ماتحتوں کو رشوت لینے دوں گا اور صرف میرٹ پر کام کروں گا۔ سیاسی یا غیر سیاسی پریشر میں آ کر کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کروں گا مکمل انصاف اور ایمان سے اپنے فرائض پوری تن دہی سے سرانجام دوں گا۔''

افسران و منتظمین مناصب کا غلط استعمال کر کے گویا آئین اور ریاست کے ساتھ بدعہدی کے مرتکب ہوتے ہیں، جن کے لئے قرآن وسنت میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ حلف اُٹھانا محض ایک تقریب کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک عہد ہے جو حلف اُٹھانے والا اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دینے کا اپنے ڈیپارٹمنٹ، عہدہ مُلک اور ملک میں رہنے والے عوام کے ساتھ کرتا ہے لیکن ایسے لوگ جو جان بوجھ کر عہد توڑ دیتے ہیں اپنے مُلک سے غداری کرتے ہیں اور اپنے فرائض کو ایمانداری سے نبھانے کے لئے اُٹھائے ہوئے حلف کو بُھلا دیتے ہیں ایسے لوگ مُلک اور قوم کے مجرم تو ہوتے ہی ہیں لیکن ساتھ ہی خدا کے بھی مجرم بن جاتے ہیں۔

امتیازی بنیادوں پر سرکاری مناصب و ذرائع کی سپردگی کی ممانعت:

موجودہ جمہوری نظام میں سرکاری مناصب کو عوام الناس کے بنیادی حقوق قرار دیا گیا ہے۔ اس اصولی غلطی کی بناء پر یہ قانون وضع کیا گیا ہے کہ سرکاری مناصب آبادی کے تناسب سے تقسیم کئے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ابہام کو دور کر دیا ہے جو دنیا کے اکثر وبیشتر ممالک کے دساتیر میں پایا جاتا ہے کہ ہر انسان پیدائشی طور پر کچھ حقوق لے کر پیدا ہوا ہے۔ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماحاصل یہ ہے کہ دنیا میں ہر فرد احساس ذمہ داری کے ساتھ پیدا ہوا ہے، لہذا اسلامی نظام حکومت کے قیام و بقاء اور استحکام کے لئے ضروری ہے کہ نظام سلطنت میں ہر قسم کے عہدے اور مناصب صرف ان لوگوں کے سپرد کئے جائیں جو ان سے عہدہ براہونے کی مکمل صلاحیت وقابلیت اور اہلیت رکھتے ہوں۔ سرکاری مناصب اور ذرائع درحقیقت اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں، محض سیاسی یا لسانی بنیاد پر، قرابت داری اور خاندانی بنیاد پر یا کوٹہ سسٹم کی بنیاد پر مناصب و ذرائع کی تقسیم نہ صرف سراسر خیانت اور ظلم وزیادتی ہے بلکہ

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا استہزاء ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کا والی ہوا پھر اس نے بغیر اہلیت کے کسی شخص کو باہم دوستی یا قرابت داری کی بنیاد پر کسی عہدہ اور منصب پر فائز کیا تو اس نے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔" (۱۷)

ریاستی مناصب طلب کرنے کا شرعی حکم:

شرعی اعتبار سے از خود کسی منصب یا عہدہ کا طلب کرنا ایک مذموم فعل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے از خود عہدہ ومنصب طلب کرنے، اس کے لئے سفارش کروانے اور دل وجان سے اس کی خواہش کرنے سے منع فرمایا ہے۔ قرآن وسنت کا عام حکم بھی یہی ہے کہ از خود کسی سرکاری عہدے اور منصب کو اپنے لیے طلب کرنا جائز نہیں ہے اور شریعت کی نظر میں ایسا شخص مطلوبہ عہدے کا اہل نہیں رہتا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ اگر کوئی از خود کسی منصب کی خواہش کا اظہار کرتا، تو آپ ﷺ ایسے شخص کو عہدہ دینے سے منع فرمادیتے تھے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

عَنْ أَبِی مُوسَی، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِی عَمِّی، فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَیْنِ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، أَمِّرْنَا عَلَی بَعْضِ مَا وَلَّاکَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذَلِکَ، فَقَالَ: إِنَّا وَاللّٰہِ لَا نُوَلِّی عَلَی هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ، وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَیْهِ۔ (۱۸)

"حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور میرے چچا کی اولاد میں دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تمام مسلمانوں اور روئے زمین کا حاکم بنایا ہے، مجھ کو بھی کسی کام یا کسی جگہ کا والی وحاکم مقرر فرمادیجئے اور دوسرے نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح خواہش کا اظہار کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم ہم اس شخص کو کسی کا والی اور حاکم نہیں بناتے جو اس کا از خود طالب ہوتا ہے اور نہ اس شخص کو کوئی ذمہ داری اور عہدہ دیتے ہیں جو اس کا حرص اور خواہش رکھتا ہو۔"

ایک دوسری حدیث پاک میں ہے:

عَنْ أَبِی ذَرٍّ، قَالَ قُلْتُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ، أَلَا تَسْتَعْمِلُنِی، قَالَ فَضَرَبَ بِیَدِهِ عَلَی مَنْکِبِی، ثُمَّ قَالَ یَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّکَ ضَعِیفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ، وَإِنَّهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ خِزْیٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّی الَّذِی عَلَیْهِ فِیهَا۔ (۱۹)

"حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض

کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے کسی جگہ کا والی اور حاکم کیوں نہیں بنا دیتے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست شفقت سے مجھے تھپکی دی اور فرمایا اے ابوذر تم ناتواں اور کمزور ہو اور یہ حکومت وامارت ایک عظیم امانت ہے جس کی ادائیگی نہایت لازم ہے ورنہ تو یہ حکومت وسیادت قیامت کے دن باعث رسوائی وشرمندگی ہوگی الا یہ کہ اس کا حق پورا ادا کردے۔"

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ، لاَ تَسْأَلِ الإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا۔ (۲۰)

"عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امارت کو طلب مت کرو، اگر تم اسے مانگ لوگے تو اسی کے حوالے کر دیئے جاؤ گے اور اگر بن مانگے امارت ملے گی تو اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی۔"

امارت وحکومت کی ذمہ داریاں اتنی زیادہ ہیں کہ کوئی دیانت دار اور صاحب فہم اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے خود آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص اس سلسلے میں دوڑ دھوپ کرتا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو وہ ان مناصب کی نزاکت اور ذمہ داریوں سے بے خبر ہے یا پھر وہ عہدوں کا بھوکا اور ہوس اقتدار میں مبتلا ہے۔ ان دونوں میں سے ہر شکل ایسے شخص کے نااہل ہونے کے لیے کافی ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ طَلَبَ الْقَضَاءَ وَاسْتَعَانَ عَلَيْهِ، وُكِلَ إِلَيْهِ، وَمَنْ لَمْ يَطْلُبْهُ وَلَمْ يَسْتَعِنْ عَلَيْهِ، أَنْزَلَ اللهُ مَلَكًا يُسَدِّدُهُ۔ (۲۱)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے منصب قضا طلب کیا وہ نفس کے حوالے کر دیا جائے گا اور جو اس پر مجبور کیا گیا اللہ تعالی فرشتہ نازل فرمائے گا جو اسے سیدھا چلاتا رہے گا۔"

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قاعدہ بھی اسلامی ریاست کے بنیادی قواعد میں شامل ہے کہ ذمہ دارانہ مناصب کے لئے عموماً اور خلافت کے لئے خصوصاً وہ لوگ سب سے زیادہ غیر موزوں ہیں جو یہ عہدہ خود حاصل کرنے کے طالب ہوں اور اس کے لئے کوشش کریں۔

مفاد عامہ کے پیش نظر حکومتی منصب طلب کرنے کا حکم:

اگرچہ ازخود طلب منصب ایک مذموم اور ناپسندیدہ عمل ہے لیکن استثنائی صورتوں میں عہدہ اور منصب کی درخواست مباح ہے۔ جہاں اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر کوئی نااہل الیکشن میں کھڑا ہو گیا تو یہ نااہل اور ظالم اس پر قبضہ کر کے لوگوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گا، ملک وملت کو نقصان پہنچائے گا، اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا اس عہدہ منصب کے لائق واہل بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ازخود عہدے کا طالب ہونا اور قوم وملک کا نمائندہ بن کر کھڑے ہونا اور لوگوں سے ووٹ کا مطالبہ کرنا اس کی شرعاً گنجائش ہے، بشرطیکہ محض اقتدار وکرسی اور جاہ منصب کے حصول کے لئے نہ ہو بلکہ قوم وملت کی خدمت کے جذبے اور سماج ومعاشرہ میں پھیلے ہوئے مفاسد کو ختم کرنے کے ارادے سے ہو، اور اس کے اندر بھی یہ شرط ہے کہ اپنے حریف پارٹی کی غیبت، سب وشتم اور عیب کا ذکر اور تشہیر نہ ہو۔

مفاد عامہ کے پیش نظر اگر کوئی شخص ازخود عہدہ طلب کرے تو ایسا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض اوقات لازم ہے۔ قرآن حکیم میں اس چیز کا ثبوت یوسف علیہ السلام کے قول ''قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْأَرْضِ إِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْم''(۲۲) کی صورت میں موجود ہے۔ آپ علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے ایسے وقت میں عہدے کا مطالبہ کیا کہ ان کو یقین تھا کہ اگر میں اس منصب کو نہ لوں گا تو کوئی دوسرا نااہل آدمی اس پر مسلط ہو جائے گا اور لوگوں کو تکلیف پہنچائے گا اور ملک میں قحط سالی کا دور آنے والا ہے، بنابریں آپ نے عہدہ کا مطالبہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اس منصب کے لائق وفائق آدمی موجود نہ ہو اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر وہ اس منصب پر کنٹرول نہیں کرے گا تو لوگوں کو انصاف نہیں مل سکے گا، لوگوں کو تکلیف وپریشانی ہو گی اور لوگ ظلم وستم کے شکار ہوں گے تو ایسے موقع پر خود عہدہ طلب کرنا جائز ہے۔ استثنائی صورت تمام مناصب میں ہے خواہ امارت ہو، یا انتظامی منصب ہو، یا قضاء کا منصب ہو یا اسمبلی اور ممبر پارلیمینٹ کا منصب ہو، جب ان مناصب کے لیے کوئی دوسرا شخص قرآن وسنت کے مطابق انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والا موجود نہ ہو تو اس صورت میں خود سے عہدہ طلب کرنا جائز ہے۔ مذکورہ آیت مبارکہ میں کسی منصب پر فائز ہونے کے لئے حفیظ اور علیم کی صفات کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ گویا ایک محافظ کے لئے جس طرح کی صلاحیتیں مطلوب ہوتی ہیں مثلاً جرأت مند، پراعتماد، دیانتدار، متقی جیسی صفات اور علیم کا مطلب چوکنا اور باخبر، معاشیات کا علم رکھنے والا اس منصب کا اہل ہے۔ اس سے یہ اصول ملتا ہے کہ وزیر خزانہ کے ذمہ دار لوگ ان دونوں صفات سے متصف ہوں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ" حسد صرف دو چیزوں میں جائز ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا پھر اس کو راہ حق میں خرچ کرنے کے لیے مسلط کر دیا۔ دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت ودانائی سے سرفراز کیا اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا

ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے'' (۲۳) مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جمہور فقہائے کرام نے منصب وعہدہ کے مطالبہ کے سلسلے میں احتیاط واحتیاج کے پہلو کو مدنظر رکھا ہے۔ اگر امامت وقضاء کے عہدے کا طالب شخص نااہل اور غیر مستحق ہو تو اس صورت میں منصب کی طلب مطلقاً ممنوع ہے۔ اسی طرح اگر طلب منصب حب مال اور اقتدار سلطنت کی ہوس اور مال ودولت کی لالچ میں ہو تو اس وقت بھی عہدہ کا طلب مطلقاً ممنوع ہے لیکن اگر لوگوں کی اصلاح مقصود ہو اور عہدہ قبول کر کے عدل وانصاف کو قائم کرنے کا عزم وحوصلہ ہو تو اس صورت میں طلب عہدہ مذموم نہیں ہے۔

ذرائع ووسائل میں بدعنوانی کی ممانعت:

امور مملکت کی بہتر انداز میں انجام دہی کے لئے ضروری ہے کہ وسائل وذرائع کی فروانی ہو۔ کار مملکت کی انجام دہی کے لئے حکومتوں کو وسائل پیدا کرنا ہوتے ہیں لیکن ہماری حکومتیں وسائل پیدا کرنے کی بجائے عالمی مالیاتی اداروں سے ادھار لے کر اور قومی اداروں کی نجکاری سے کام چلاتی ہیں۔ قرض لیکر اور قوم کے اثاثوں کو بیچ کر حاصل ہونے والی رقم سے معیشت کو مضبوط کرنا نہیں بلکہ اس کے ذریعے بھی اقربا پروری مقصود ہوتی ہے۔ اسلامی ممالک ذرائع آمدن اور قدرتی وسائل کے اعتبار خود کفیل ہیں، ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں بددیانتی اور کام چوری سے اجتناب کرتے ہوئے قومی دولت کا درست استعمال کیا جائے۔

بددیانت اور خائن عمال کا انجام:

رسول اللہ ﷺ کے متعدد فرامین اس سلسلے میں منقول ہیں کہ" آپ نے ایسے شخص کے لئے جنت کی بشارت سنائی ہے جو کسی منصب پر فائز کیا گیا اور اس نے کسی مالی بددیانتی کا ارتکاب نہیں کیا۔" (۲۴) ترمذی شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ" جو شخص فوت ہوا اور وہ تین باتوں سے پاک ہے تو وہ شخص جنت میں داخل ہوا۔ یہ تین باتیں تکبر، مالی بددیانتی (غلول) اور قرض ہیں۔" (۲۵) ان تین باتوں میں آخری دو کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے اور حقوق العباد میں مداخلت کرنے والے کے لئے ویسے بھی حکم یہ ہے کہ صرف متاثرہ شخص کے معاف کرنے سے ہی معاف ہوتے ہیں اور جب تک وہ معاف نہ کرے، کوئی شخص خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو، جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے مالی بدعنوانیوں کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ آپ ﷺ نے اہل مناصب کو منع فرمادیا ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ تجارت نہ کرے، اور فرمایا کہ ''بدترین خیانت یہ ہے کہ والی اپنی رعایت کے ساتھ تجارت کرے۔'' (۲۶) اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے حاکم اپنے منصب کے ایماء پر لوگوں کو متأثر کر کے ناجائز مراعات حاصل کر سکتا ہے۔ زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ خیبر کے دن ایک جہنی شخص فوت ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شخص کی وفات کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے

فرمایا کہ تم اپنے ساتھی کا جنازہ خود ہی پڑھو، یہ بات سن کر لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے۔ یہ دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ۔ تمہارے ساتھی نے غنیمت کے مال میں سے کوئی چیز چرائی تھی۔(۲۷) امام احمدؒ نے اس سے یہ اخذ کیا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ تم جنازہ پڑھ لو اور خود نہیں پڑھا، کہ امام کے لئے مناسب نہیں کہ وہ بددیانت کی نمازِ جنازہ پڑھے۔ اس کے علاوہ باقی تمام لوگ جنازہ پڑھیں گے۔(۲۸) حکومت کے پاس وسائل وذرائع قوم کی امانت ہوتے ہیں اس لئے خائن کے ساتھ آپ ﷺ اس طرح کا طرزِ عمل درحقیقت قومی اور اجتماعی وسائل میں بددیانتی کے جرم کی شدت کے اظہار کی ایک صورت ہے۔

کام چوری کی ممانعت:

رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف مزدور کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ ہر شخص کو پوری جانفشانی اور امانت و دیانت سے کام کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ جو لوگ تنخواہ پوری لیتے ہیں اور کام پورا نہیں کرتے یا وقت پورا نہیں دیتے وہ ملکی وسائل و ذرائع کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ رشوت لیتے ہیں اور کارِ مفوضہ انجام دینے کی بجائے رشوت دینے والے کی مرضی کے مطابق کام کر کے نہ صرف خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کی حق تلفی بھی کرتے ہیں اور اپنے منصب کی تنخواہ بھی پوری حلال نہیں کرتے۔

منصبِ معلمی کے تقاضے:

سرکاری مناصب کا ذکر آتے ہی ذہن اگرچہ انتظامی عہدوں کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں سرکاری مناصب میں اعلیٰ ترین منصب صدر اور وزیر اعظم سے لیکر ادنیٰ ملازم تک سب شامل ہیں، لیکن معاشرے میں سب سے اہم منصب استاد کا ہے، اس لئے کہ اگر استاد اپنے فرائض منصبی پوری ایمانداری اور ذمہ داری سے ادا نہ کرے تو پورا معاشرہ بگڑ جاتا ہے۔ استاد معاشرے کی وہ اکائی ہے جو کسی بھی معاشرے کو بگاڑنے یا سنوارنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر استاد مخلص اور دیانتدار ہے تو قوم کا محسن ہے اور اگر بددیانت اور کام چور ہے تو معاشرے کے لئے ناسور ہے۔ صحیح معنوں میں استاد کہلانے کا حقدار وہی ہے جو درس و تدریس کو پیغمبری پیشہ سمجھتے ہوئے اس کی قدروں کو پامال ہونے سے بچاتا ہے۔ استاد ہونا ہی دراصل ایسا حقیقی منصب اور اعزاز ہے جس کی طرف خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی نسبت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔(۲۹) نظام تعلیم میں خرابی کی وجہ سے تعلیمی شعبہ میں بھی نچلی سطح سے لیکر اعلیٰ ترین سطح تک سقم موجود ہے۔ خاص طور پر جامعات میں سمسٹر سسٹم کے تحت نظام تعلیم میں جس طرح کی بے قاعدگیاں منظر عام پر آ رہی ہیں وہ نہ صرف منصب نبوت کے منافی اور اپنے نفس اور معاشرے کے ساتھ خیانت ہے بلکہ حکومتی وسائل وذرائع

کا انتہائی غیر ذمہ دارانہ استعمال ہے۔

ملک میں مالی بے قاعدگی قومی خزانے کو غلط طور پر استعمال کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس غلط استعمال کا ایک طریقہ یہ ہے کہ خزانہ غیر مستحق لوگوں کے لئے کھول دیا جائے، اس سے ملکی خزانہ کئی پہلوؤں سے منفی طور پر متاثر ہوتا ہے۔ ایک تو غیر مستحق لوگ ملکی خزانے پر ناروا بوجھ بن جاتے ہیں۔ حق دار محروم رہ جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں کو محنت کی بجائے مفت خوری کی عادت پڑ جاتی ہے اور جس ملک کے لوگ محنت سے گریز کرنے لگیں، اس کی معیشت تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

ملکی خزانے کے غلط استعمال کی ایک شکل سربراہِ مملکت یا سربراہِ حکومت کے مالیاتی اختیارات بھی ہیں۔ ان اختیارات کے تحت سرکاری خزانہ سربراہ کی ذاتی ملکیت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بالخصوص ایسی مدات جن کا کوئی آڈٹ نہیں ہوتا یا جنہیں آج کی اصطلاح میں سیکرٹ فنڈ یعنی صوابدیدی مالی اختیارات کہا جاتا ہے۔ یہ رقوم کن مقاصد کے لئے استعمال ہوتی ہیں موجودہ دور میں وہ کوئی خفیہ دستاویز نہیں ہے۔ قومی اور بین الاقوامی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والوں کی حوصلہ افزائی ضرور ہونی چاہیئے، اس سلسلے میں قرنِ اوّل سے شواہد ملتے ہیں کہ ملک وملت کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دینے والوں کی قدر شناسی کی گئی، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر مستحق لوگوں اور افسران بالا کے چہیتوں کو بھاری انعامات سے نوازا جائے اور ہزاروں حق دار اور اہل لوگوں کی کسی کو خبر بھی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ یہ انعامات ملکی خزانے پر ناروا بوجھ نہ بن جائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ انعامات ملک میں غیر منصفانہ تقسیم دولت کی شکل اختیار نہ کر لیں اور جن لوگوں پر ملکی خزانہ خرچ کیا جائے، ان کی خدمات ملکی نظریے کے ساتھ مطابقت بھی رکھتی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ جن شعبوں کو اللہ اور اس کا رسول حرام قرار دیں، جن کے انسداد کے احکام دیئے گئے ہوں حکومت ان شعبوں میں خدمات سرانجام دینے والوں کو انعامات سے نوازے۔ موجودہ حکومت نے بعض ایسی خفیہ مدات کو کم یا ختم کیا ہے جو کہ ایک مستحسن اقدام ہے اور ملکی معیشت وسیاست پر اس کے یقیناً مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

محصولات پر متعین عمّال کا طرزِ عمل:

مالیاتی شعبے میں سے محصولات کا شعبہ ایسا ہے جس سے وابستہ ملازمین کا غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل ملکی معیشت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ان مفاسد میں سے ایک مال جمع کرنے والے عمال کا عوام کے ساتھ نا مناسب رویہ ہے جو لوگوں سے محصول اور زکوٰۃ کے نام پر مقررہ شرح سے زائد وصول کرتے ہیں۔ ایسا کرنے والے شخص کو صاحبِ مکس کہا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو متعین شرح سے زیادہ از راہِ زیادتی وصول کرتا ہے۔ صاحب مکس ٹیکس وصول کرتے وقت اپنی ذاتی مفاد کے لئے لوگوں سے زیادہ رقم کا مطالبہ کرتے ہیں، جو ٹیکس دہندہ ان کا مطالبہ پورا کر دیتا ہے، اسے کسی نہ کسی طرح چھوٹ اور رعایت

مل جاتی ہے اور جو ایسا نہیں کر پاتے، ان کے لئے مشکلات پیدا کی جاتی ہیں۔ آج کے دور میں ایسے افسران کے طرزِ عمل کو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو سخت ترین الفاظ میں متنبہ فرمایا ہے، کیونکہ یہ افسران اپنے مناصب سے نہ صرف ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں بلکہ قومی خزانے کی آمدنی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے کہ:

عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، فَقَال إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ: إِنَّ صَاحِبَ الْمَكْسِ فِي النَّارِ۔ (۳۰)

''ابو الخیرؓ سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صاحبِ مکس آگ میں ڈالا جائے گا۔''

عثمان بن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے اہل وعیال کے ساتھ رات کے ایک حصے میں جاگتے اور عبادت کیا کرتے تھے کیونکہ رات میں ایک ایسا لمحہ ہوتا ہے جس میں جو دعا بھی کی جائے وہ قبول ہوتی ہے، سوائے جادو کرنے والے اور ناجائز ٹیکس وصول کرنے والے کے۔" (۳۱) اس موضوع کی ایک روایت یوں ہے کہ آدھی رات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مزید قریب ہوجاتا ہے، ان کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور ان کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں، سوائے زانیہ اور زیادتی سے ٹیکس وصول کرنے والے کے۔ (۳۲) اہل مناصب میں سے جن لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے وہ ایسے لوگ ہیں جو زکوٰۃ، عشر یا کوئی اور ٹیکس وصول کرتے وقت لوگوں کو ناجائز طور پر چھوٹ دینے کے لئے ان سے رشوت وصول کرتے ہیں اور جو لوگ رشوت نہیں دیتے، ان سے اصل سے زائد ٹیکس وصول کرتے ہیں یا کسی اور طریقے سے لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس طرح اہل مناصب ٹیکس نادہندگان سے مل کر قومی خزانے اور ملکی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں۔

سرکاری عہدیداروں کا تحائف وصول کرنا:

لغت میں تحفہ یا ہبہ کسی ایسی چیز دینے کا نام ہے جو موہوب لہ کے لئے نفع بخش ہو، قطع نظر اس سے کہ وہ مال ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز۔ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی حاکم یا امیر سے کسی کی سفارش کرے اور پھر اس کو ہدیہ بھیجے اور اس ہدیہ کو قبول کرلے تو اس کا یہ فعل ایسا ہے کہ گویا سود کے ایک بڑے دروازہ میں داخل ہوا۔ (۳۳) عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (۳۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اصول وضع کر دیا ہے کہ ریاستی مناصب پر فائز لوگوں کے طرزِ عمل پر خصوصی نگاہ رکھی جائے اور انہیں اس بات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے کہ وہ اپنی تنخواہ کے علاوہ عوام سے کسی قسم کا ہدیہ قبول کریں۔ اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد فرامین وارد ہوئے ہیں جن میں سرکاری

عہدیداروں کو تحائف لینے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ:

اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا عَلٰی صَدَقَاتِ بَنِی سُلَیْم، یُدْعَی ابْنَ اللُّتْبِیَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَہُ، قَالَ: ھَذَا مَالُکُمْ وَھَذَا ھَدِیَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَھَلَّا جَلَسْتَ فِی بَیْتِ أَبِیکَ وَأُمِّکَ، حَتّٰی تَأْتِیکَ ھَدِیَّتُکَ إِنْ کُنْتَ صَادِقًا۔ (۳۵)

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو بنوسلیم کے صدقات کی وصولی کے لئے عامل بنایا اس کا نام ابن اللتبیۃ تھا۔ پھر جب یہ عامل واپس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے حساب لیا تو اس نے کہا کہ یہ آپ کا مال ہے اور یہ (مجھے) تحفہ میں ملا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا، پھر تم اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھے رہے، اگر تم سچے ہو تو یہ تحفہ تمہیں وہیں مل جاتا۔‘‘

اسلامی ریاست میں جس قدر مناصب بھی قائم ہوئے اصلاً ان کی ابتداء عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہو چکی تھی، آگے چل کر ارتقائی مدارج سے گزرتے ہوئے انہوں نے مختلف محکموں کی شکل اختیار کر لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں کو گورنر یا حاکم بناتے تھے ان سے اکثر بذات خود حساب لیا کرتے تھے۔ جب مملکت کی آمدنی میں کافی اضافہ ہو گیا تو مذکورہ بالا واقعہ اور اس جیسے دیگر واقعات نے خلفاء کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ محاسبہ کا بھی ایک دفتر قائم کریں جہاں عمال اور حکام سے حساب فہمی کی جا سکے۔ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی طرف سے اگر کسی شخص کو کوئی خاص منصب دیا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کے تحائف سے بچیں اور اگر کوئی مصر ہو کر تحفہ دے دے تو اسے بھی بیت المال میں جمع کروائیں، پھر اگر مسلمانوں کا حکمران اگر مناسب سمجھے تو عامل کو کچھ دے سکتا ہے۔ اس حدیث میں وضاحت ہے کہ عاملوں کو دیئے گئے تحائف ان کے لئے حرام ہیں اور وہ خیانت کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے فرض منصبی اور امانت میں خیانت کی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے عہدیدار کے لئے سزا بھی بیان فرما دی ہے کہ وہ عامل تحفے میں لی گئی چیز کو روز قیامت اٹھائے ہوئے آئے گا۔ (۳۶)

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پہلو کی عملی مثال اس وقت سامنے آئی جب میڈیا میں یہ خبر شائع ہوئی کہ مصری حکومت نے سرکاری عہدے داروں کو دوسرے ممالک اور غیر ملکی شخصیات کی جانب سے ملنے والے بیش قیمت تحائف کو نیلام عام کرنے کا اعلان کیا ہے۔ مصری عہدے داروں کو یہ تحائف جولائی ۲۰۱۲ء سے جون ۲۰۱۳ء کے درمیان وصول ہوئے ہیں۔ وزیر خزانہ کے مطابق وزیر اعظم، سابق اور موجودہ وزراء نے غیر ملکی شخصیات سے ملنے والے تحائف کو سرکاری خزانے میں جمع کرا دیا ہے اور ان کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم قومی خزانے میں جمع کرائی جائے گی کیونکہ یہ تحائف مصر کو ملے تھے، سرکاری عہدے داروں یا وزراء کو نہیں۔ (۳۷)

سرکاری عہدیداروں کا رشوت وصول کرنا:

رشوت ان ناجائز ذرائع میں سے ایک ہے جن کے ذریعے سرکاری مناصب کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ رشوت یہ ہے کہ جس کام کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو، اس کا معاوضہ وصول کیا جائے۔ مثلاً ایک کام کسی شخص کے فرائض میں داخل ہو اور اسے اس کام کی انجام دہی پر سرکاری طور پر معاوضہ اور تنخواہ ملتی ہو، ایسا کام کرنے پر وہ صاحبِ ضرورت شخص سے کوئی معاوضہ وصول کرے۔(۳۸) قرآن حکیم نے رشوت کے لئے سُحت کا لفظ استعمال کیا ہے۔(۳۹) لفظ سُحت کا معنی ہلاکت و بربادی ہے۔ رشوت نہ صرف لینے اور دینے والوں کو اخلاقی اور معاشی طور پر تباہ و برباد کرتی ہے بلکہ ملک و ملت کی جڑ اور امن عامہ کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ جس ملک میں رشوت کی لعنت چل پڑتی ہے وہاں قانون بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے، اور جس معاشرے میں قانون کی حاکمیت کمزور پڑ جائے وہ معاشرہ زیادہ تک دیر چل نہیں سکتا۔ رشوت کے دروازے بند کرنے کے لئے اسلام نے یہ اصول دیا ہے کہ اُمراء و حکام کو تحائف دینا حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلاتَأكُلوا أَمولَكُم بَينَكُم بِالبـٰطِلِ وَتُدلوا بِها إِلَى الحُكّام لِتَأكُلوا فَريقًامِن أَموٰلِ النّاسِ بِالإِثمِ وَأَنتُم تَعلَمونَ﴾(۴۰)

"آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ اور نہ مال کو حاکموں تک پہنچاؤ کہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے طریقے سے جانتے بوجھتے کھا جاؤ۔"

مالیاتی معاملات میں نظم اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جب بدعنوانی کا سبب بننے والے ہر چھوٹے سے چھوٹے سوراخ کو بھی مکمل طور پر بند کیا جائے۔ چھوٹی چھوٹی بدعنوانیوں سے اگر درگزر کیا جائے تو یہ کوتاہیاں پورے معاشی اور سماجی ڈھانچے کو زمین بوس کرنے کا سبب بن جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی۔(۴۱) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس گوشت نے سُحت سے پرورش پائی، اس کے لئے آگ زیادہ مناسب ہے، پوچھا گیا سُحت کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ فیصلے صادر کرنے میں رشوت وصول کرنا۔(۴۲) ابن خویز منداد نے سُحت کی ایک شکل یہ بیان کی ہے کہ ایک شخص کا کسی صاحبِ اختیار شخص کے ساتھ کوئی کام اور حاجت ہو لیکن اس کی صاحبِ منصب شخص تک رسائی نہ ہو، جبکہ کسی دوسرے شخص کا اس صاحبِ منصب کے ساتھ تعلق موجود ہو اور وہ سائل کی رسائی متعلقہ افسر تک کروانے کے لئے کوئی فیس اور معاوضہ طلب کرے۔(۴۳) سُحت اور رشوت کی ایک شکل یہ بھی روایات میں بیان کی گئی ہے کہ کسی صاحبِ منصب شخص کو کوئی چیز دی جائے تاکہ کسی کا حق مار کر خود حاصل کر لیا جائے۔ اگر کوئی شخص رشوت لے کر کسی کا کام حق کے مطابق کرتا ہے تو وہ شخص رشوت لینے کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور یہ مال اس کے لئے سُحت ہوگا۔ لیکن اگر رشوت لے کر حق

کے خلاف فیصلہ کیا اور غیر حقدار کو حق دے دیا تو یہ جرم کئی گنا بڑھ جائے گا۔ اس میں رشوت، ظلم، حق تلفی اور اللہ تعالیٰ کی حد کو توڑنا بھی شامل ہو جاتا ہے۔(۴۴)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب منصب رشوت وصول کرتا ہے تو وہ اسی وقت معزول کر دیا جائے۔ اگر اسے معزول نہ کیا گیا تو اس فعل کے ارتکاب کے فوراً بعد سے اس کے تمام احکام غیر قانونی سمجھے جائیں گے۔(۴۵) امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ رشوت وصول کرنا فسق ہے اور کسی فاسق کے لئے فیصلہ کرنا جائز نہیں۔(۴۶) رسول اللہ ﷺ نے قرآنی تعلیمات کو عملی شکل دی اور فرمایا کہ رشوت کے لینے دینے میں واسطہ بننے والے کو بھی اتنا ہی مجرم قرار دیا گیا ہے جتنا رشوت لینے اور دینے والے کو۔(۴۷) بدعنوانی کی ایک شکل یہ ہے کہ حکمران لوگوں کو اپنے سیاسی یا معاشی مقاصد حاصل کرنے کے لئے سرکاری خزانے سے رشوت کے طور پر مال دیں۔ اس طرح کی بدعنوانی کے انسداد کے لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اے لوگو اگر تمہیں کوئی چیز عطا کریں تو لے لیا کرو جب تک کہ وہ عطا ہی رہے (یعنی یہ عطیہ کسی خدمت اور استحقاق کے طور پر ہو اور اس کی شرعی بنیاد موجود ہو) پھر جب قریش اقتدار کی خاطر ایک دوسرے سے لڑیں اور عطائیں قرض کے بدلے میں ملیں تو ان عطیات کو چھوڑ دو اور قبول نہ کرو۔"(۴۸)

موجودہ دور میں یہ دونوں طرح کی رشوت موجود ہے۔ سرکاری کارندے قومی خزانے کو اپنی ذاتی دولت سمجھ کر ناجائز طور پر لوگوں کو بھاری رقوم دیتے ہیں۔ آہستہ آہستہ عوام کی بہت بڑی تعداد اخلاقی طور پر دیوالیہ ہوتی جارہی ہے۔ رشوت نے لوگوں کے اخلاق حسن کو زنگ آلود کر کے ان کے ضمیر کو سلا دیا ہے۔ دوسری طرف عوام میں یہ خیال اب جڑ پکڑ چکا ہے کہ رشوت کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا اور رشوت کے ذریعے ہر ناممکن کام ممکن ہو جاتا ہے۔ ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص کسی حاکم یا امیر سے کسی کی سفارش کرے اور پھر اس حاکم کو ہدیہ بھیجے اور وہ اس ہدیہ کو قبول کرے تو اس کا یہ فعل ایسا ہے گویا کہ وہ سود کے بڑے دروازے میں داخل ہو گیا۔"(۴۹)

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں کہ اسلام کے معاشی نظام میں انتقالِ دولت کا جواز تین طریقوں سے ہے۔ ان میں وراثت، ہبہ اور محنت وکسب شامل ہیں۔ اس کے علاوہ عطیات بھی انتقالِ دولت کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن عطیات صرف وہی معتبر ہوتے ہیں جو کسی چیز یا مال کے حقیقی مالک نے شرعی حدود کے اندر کسی کو ہبہ اور عطیہ دیا ہو۔ اگر عطیہ کسی حکومت کی جانب سے ہو تو وہ اسی صورت میں جائز ہوگا جب وہ کسی صحیح خدمت کے صلے میں یا معاشرے کے مفاد کے لئے حکومتی املاک میں سے جائز اور معروف طریقے پر دیا گیا ہو۔ عطیہ دینے کا حق بھی اسی حکومت کو حاصل ہوگا جو شرعی دستور کے مطابق شوریٰ کے طریقہ کے مطابق چلائی جارہی ہو اور جس کا محاسبہ کرنے کا حق اور آزادی قوم کو حاصل ہو۔(۵۰)

حکومت کو معلومات فراہم کرنے والے خفیہ اداروں کا ذمہ دارانہ کردار:

عہد رسالت میں معلومات کی فراہمی کے لئے سیاسی اور معاشرتی سطح دو ادارے عرافہ اور نقابہ موجود تھے جن کے فرائض منصبی موجودہ دور کے خفیہ اداروں سے ملتے جلتے تھے۔عرافہ اور نقابہ میں وہ تمام ادارے اور مناصب شامل ہوں گے جو حکومت کو عوام الناس کے حالات سے باخبر رکھنے یا سرکاری ملازمین کی کارکردگی سے متعلق خفیہ رپورٹس تیار کرنے کے پابند ہیں۔لہذا خفیہ اداروں کے تمام عہدیداروں اور دیگر حکومتی اداروں کے سربراہان پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پوری ایمان داری سے ماتحت ملازمین کی سالانہ خفیہ رپورٹ ارسال کریں۔

عرافہ:

ایک اہم معاشرتی ادارہ عرافہ تھا اور اس نظم سے وابستہ ذمہ دار شخص عریف کہلاتا تھا جو ایک چھوٹے حلقے کی نمائندگی کرتا تھا۔عام طور پر قبیلہ میں سے تجربہ کار ذہین اور صاحب ثروت شخص کو عریف منتخب کیا جاتا تھا جو نہ صرف اپنے حلقہ کے لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کرتا بلکہ دیگر قبائل اور جماعتوں کے ساتھ تعلقات اور معاملات میں اپنے حلقہ کے لوگوں کے حقوق کی حفاظت بھی کرتا۔ لسان العرب اور تاج العروس میں عریف کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

وَهُوَ القَيِّمُ بأُمورِ القَبِيلَةِ أَو الجَماعةِ من النّاسِ، يَلِي أُمُورَهُم، ويَتَعَرَّفُ الأَمِيرُ منهُ أَحوالَهُم۔(۵۱)

''عریف قبیلہ کا ذمہ دار فرد ہوتا ہے جن لوگوں کی وہ قیادت کرتا ہے ان کے حالات سے حکومت کو باخبر رکھتا ہے۔''

موجودہ دور میں حکومت کو خفیہ معلومات فراہم کرنے والے اداروں کو عرافہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔عریف چونکہ حاکم کی طرف سے رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لئے مقرر ہوتا ہے اور ضرورت کے وقت اپنی قوم کے مختلف افراد کا رویہ اور کردار رپورٹ کی صورت میں حاکم کے سامنے پیش کرتا ہے۔اس ادارے سے وابستہ افراد پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس منصب کا غلط استعمال حکومت کو غیر مستحکم اور عوام کے اضطراب کا سبب بن سکتا ہے۔اگر خفیہ اداروں والے اپنے مناصب کا غیر ذمہ دارانہ استعمال کرتے ہوئے لوگوں کی غلط رپورٹیں حکمران تک پہنچائیں گے تو حالات ایسے ہی ہوں گے جن سے امت مسلمہ کو موجودہ دور میں سابقہ درپیش ہے۔چونکہ یہ ایک حساس نوعیت کا منصب ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں بڑا تنبیہ کا انداز اختیار فرمایا ہے۔

أَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ إِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ أَمِيرًا، وَلَا كَاتِبًا وَلَا عَرِيفًا۔(۵۲)

"اے مقدام تو نے نجات پائی، اگر تو اس حال میں فوت ہوا کہ تو نہ لوگوں کا امیر ہوا، نہ

منشی اور نہ عریف۔"

سنن ابی داود کی روایت ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ اسے اس کے باپ کے بعد جو کہ اب بوڑھا ہو چکا ہے، ایک چشمے کا عریف بنا دیا جائے، تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌ وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنَ الْعُرَفَاءِ، وَلَكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ۔ (۵۳)

" عرافت بے شک ایک ضروری منصب ہے، اس کے بغیر گزارا نہیں مگر اکثر عریف جہنم میں جائیں گے۔"

یہاں "العرفاء فی النار" کہہ کر رسول اللہ ﷺ نے سیاسی قائدین اور صاحبِ منصب لوگوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ پوری دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیں ورنہ آخرت میں ان کے ساتھ بہت برا سلوک ہوگا۔ مسند ابو یعلی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازے کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس جنازے والے کے لئے خوشخبری ہے بشرطیکہ یہ عریف نہ ہو۔ (۵۴)

نقابہ:

عہد رسالت میں عرافہ کی طرز پر ایک دوسرا سیاسی و معاشرتی ادارہ نقابہ بھی موجود تھا، اس میں عرافہ کی نسبت زیادہ بڑے حلقے کی نمائندگی ہوتی تھی۔ تاج العروس کے مطابق "نقیب قوم کا شاہد و سردار ہوتا ہے اس لئے کہ وہ قوم کے حالات کی چھان بین کرتا ہے اور ان کے حالات سے حکومت کو باخبر کرتا ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نقیب بڑا قائد ہوتا ہے۔" (۵۵) عریف کے برعکس نقیب کی ذمہ داریاں زیادہ وسیع ہوتی تھیں اور وہ ملکی و قومی سطح پر نمائندگی کرتا تھا۔ لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور اختلافات کو ختم کرانا، لوگوں کے حالات سے پوری طرح باخبر رہنا اور ان کے حالات اور ضروریات سے حکومت کو مطلع کرتے رہنا ان کے فرائض منصبی میں شامل تھا، تاکہ حکومت ان کی صلاحیتوں اور قابلیتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیعت عقبہ کے موقع پر نقیبوں کو ان کے فرائض سے اس طرح آگاہ فرمایا تھا:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِلنُّقَبَاءِ أَنْتُمْ كُفَلَاءُ عَلَى قومكم ككفالة الحواريين لعيسى بن مَرْيَمَ قَالُوا نَعَم۔ (۵۶)

" رسول اللہ ﷺ نے نقباء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اپنی قوم کے معاملات کے اس طرح ذمہ دار ہو جس طرح عیسیٰ ابن مریم کے حواری ذمہ دار تھے اور میں بھی اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں، لوگوں نے اقرار کیا اور کہا کہ ٹھیک ہے۔"

مذکورہ بالا الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی معاشرتی اور سیاسی معاملات کی ذمہ داریاں ان نقیبوں کو سونپی گئی تھیں۔ یہی لوگ قانون پر عمل درآمد کراتے تھے اور یہی لوگ حکومت کے مشیر خاص بھی

ہوتے تھے، حکومت کی سمع وطاعت کی نگرانی بھی یہی نقیب کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہم عہدوں پر فائز سرکاری حکام، سفراء و امراء سب کو اسلامی نظم حیات کی اشاعت اور لوگوں کی تربیت وتزکیہ نفس کا فریضہ انجام دینے پر مامور کر دیا تھا۔ یہ تمام افراد معلمین اخلاق کی حیثیت رکھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ بہت جلد معاشرہ میں اخلاقی قدروں کو بالادستی حاصل ہوگئی تھی اور مجموعی طور پر معاشرے کا سارا نظم قانون و اخلاق کا پابند ہو گیا تھا۔

استحکام مملکت کے لئے مناصب و ذرائع کا ذمہ دارانہ استعمال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی فکر میں مناصب و ذرائع کا ذمہ دارانہ استعمال وہ بنیادی اصول ہے جو عوام اور حکمرانوں کے درمیان محبت اور خیر خواہی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمران کو عوام کی طرف سے تفویض شدہ امانت کا امین قرار دیا ہے اور اس امانت کی ادائیگی کے بارے میں اس سے نہ صرف عوام بھی استفسار کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ بھی مواخذہ فرمائیں گے۔اس کے برعکس مناصب و ذرائع کا غیر ذمہ دارانہ استعمال کرنے والا حاکم اللہ کا بھی مجرم ہوتا ہے اور عوام کا بھی۔ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایسا شخص جسے مسلمانوں کے امور کا امیر بنایا گیا پھر اس نے ان امور کو صحیح طور پر چلانے کے لئے پوری جد وجہد نہیں کی تو ایسا امیر کبھی ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (۵۷) امن وامان قائم رکھنے کے لئے اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی بنیادی ضروریات کی بہم رسانی کی ذمہ داری پوری کرے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" میں اس کا سرپرست ہوں جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔" (۵۸) ایک اور موقع پر فرمایا کہ " حکمران اس شخص کا سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔" (۵۹)

حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ " اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ سعادت مند نگران وہ ہے جس کے ذریعے عوام کو سعادت نصیب ہو اور سب سے بدبخت نگران ہو ہے جس کے ہاتھوں اس کی رعایا تباہ ہو جائے۔" (۶۰) آپؓ کے مبارک عہد میں کسی بھی سرکاری افسر کی تعیناتی کے وقت اسے ایک ہدایت نامہ دیا جاتا تھا جس میں اس کے حقوق و فرائض کا ذکر کیا جاتا۔ وہ جس جگہ تعینات کیا جاتا وہاں کے لوگوں کو جمع کر کے انہیں یہ خط پڑھ کر سنایا جاتا تھا تاکہ لوگوں کو اپنے حقوق کا پتہ چل سکے۔لوگوں میں شعور بیدار کرنے، انہیں امور حکومت میں شریک کرنے، حکومت کو مطلق العنانی سے باز رکھنے میں یہ پالیسی بڑی مفید ثابت ہوئی۔آپؓ سرکاری عہدے داروں پر کڑی نگاہ رکھتے۔عوام کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہ کرتے۔خصوصاً سرکاری خزانے کے غلط استعمال کو گوارا نہ کرتے۔ آپؓ کی ان پالیسیوں کا یہ مثبت اثر ہوا کہ عوام کو یہ یقین ہو گیا کہ حکمران ہر اعتبار سے ان کے خیر خواہ اور ان کے مفادات کے محافظ ہیں۔

سرکاری ملازمین کی معقول تنخواہ کا تعین:

رسول اللہ ﷺ نے جن خطوط پر اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی خلفائے راشدین نے انہیں بنیادوں پر اسے مزید مستحکم کیا۔ مملکت کے داخلی استحکام اور بدعنوانی سے پاک معاشرہ کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ بیوروکریسی سے لیکر ہر ادنی حکومتی ملازم کی معقول تنخواہ مقرر ہو، تاکہ وہ فکر معاش سے آزاد ہو کر یکسوئی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا کر سکیں۔ معاشی بدحالی بدعنوانی اور جرائم کا سبب بنتی ہے۔ اسی خدشہ کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے قحط زدہ علاقوں میں حد سرقہ کو موقوف کر دیا تھا۔(۶۱) رسول اللہ ﷺ نے بدعنوانی کے انسداد کے لئے تمام ایجابی اور سلبی پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کی اسی بشری کمزوری کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا۔(۶۲)

"انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فقر و بسا اوقات انسان کو کفر کی حد تک لے جاتا ہے۔"

مناصب و ذرائع کے ذمہ دارانہ استعمال کے لئے نہ صرف خدا خوفی، للٰہیت اور قناعت پسندی کی اشد ضرورت ہے بلکہ حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ تمام ملازمین کے معقول مشاہرے مقرر کرے۔ ابو عبیدہ الجراحؓ نے ایک بار جب حضرت عمرؓ سے شکوہ کیا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو سیاسی مناصب دیکر دنیوی زندگی میں آلودہ کر دیا ہے تو آپؓ نے جواب دیا کہ اگر میں دین کی سلامتی کے لئے دین داروں سے مدد نہ لوں تو کس سے مدد لوں، انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ نے ایسا کرنا ہی ہے تو انہیں اتنا معاوضہ دیجئے کہ وہ خیانت کرنے سے بے نیاز ہو جائیں۔(۶۳)

حکومتی عہدیداروں کی نگرانی:

ملکی نظم ونسق میں سب سے اہم کام عمال حکومت کی نگرانی ہے۔ استحکام مملکت کے لئے ضروری ہے کہ حکومت سرکاری ملازمین کی نگرانی کرے اور غفلت کے مرتکب افراد کو سخت سزا دینے کے لئے موثر قانون سازی کرے۔ ملکی تاریخ میں بدعنوانی اور مناصب و ذرائع کے غیر ذمہ دارانہ استعمال میں تاریخ رقم کرنے والے ارباب اختیار اور بیوروکریٹ موثر قانون سازی نہ ہونے کے باعث عدلیہ کی گرفت میں نہیں آسکے۔ بدعنوانی کے انسداد کے لئے قائم کئے جانے والے ادارے بذات خود کرپشن کی آلودگی میں لت پت ہیں۔ ملک میں امتیازی قوانین کی موجودگی بھی کرپشن کی ایک بڑی وجہ ہے۔ ریاست کی بالادستی کے لئے آپ ﷺ نے اپنی ذات مبارکہ کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے ایک شخص کے پیٹ میں چوٹ آگئی تو آپ ﷺ نے اس سے کہا آؤ بدلہ لے لو اس شخص نے آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناف کا بوسہ لے کر اس چھڑی کو پھینک دیا اور کہا کہ اے اللہ کے نبی" میرا یہی مقصد تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ظالموں کی سرکوبی کر سکیں اور ان سے اپنا بدلہ لے سکیں۔"(۶۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلیٰ وادنی پر قانون کی یکساں تنفیذ کر کے حکمرانی کی بہترین مثال قائم کی۔ قریش کے قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود سے چوری کا جرم سرزد ہو گیا تو سزا میں تخفیف کی سفارش کے لئے اسامہ بن زیدؓ کو بھیجا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور فرمایا تم خدا کی مقرر کردہ حد کو معاف کرنے کی سفارش کرتے ہو اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللَّهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔(۶۵)

"اے لوگو تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب کوئی طاقتور چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کر دیتے، خدا کی قسم اگر فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین بھی حکومت و امانت صرف قابل اور متدین لوگوں کے سپرد کیا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے عمال کی نگرانی کا خاص اہتمام فرمایا تھا۔ آپؓ وقتاً فوقتاً ان کے طرز عمل کی تحقیقات کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت کعب بن مالکؓ کو اس خدمت پر مامور کیا تو ان کو یہ ہدایت فرمائی کہ "تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں چکر لگاؤ اور لوگوں سے وہاں کے عمال کی تحقیقات کرو اور ان کی روش پر غائر نظر ڈالو۔"(۶۶) متعدد تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومتی عہدیداروں سے متعلق شکایات کی حقیقت جاننے کے لئے خصوصی کمیشن یا اداروں کا قیام قدیم طریقہ ہے۔ لہٰذا مناصب و ذرائع کے ذمہ دارانہ استعمال کی جانچ پڑتال کے لئے قائم کئے گئے اداروں کو مستحکم کرنے اور مؤثر قانون سازی کی ضرورت ہے۔

ریاستی حکام کا زیرِ دست لوگوں سے رویہ:

مملکت کے داخلی استحکام کے لئے نبوی پالیسی کا ایک بنیادی پہلو یہ ہے کہ حکومتی اہل کار عوام کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کریں۔ کسی بھی سرکاری اہل کار کی تعیناتی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جو خصوصی ہدایات دی جاتی تھیں ان میں سب سے اہم یہ ہوتی تھی کہ "لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کرنا، سختی نہ کرنا، انہیں خوشخبری دینا، لوگوں میں منافرت نہ پھیلانا، انہیں متحد و متفق رکھنا اور اختلافات نہ پھیلانا۔"(۶۷) ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "تم لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو، سخت گیری کے لئے تمہیں تعینات نہیں کیا گیا۔"(۶۸)

مذکورہ احادیث کی روشنی میں امور مملکت کے حوالے سے یہ اصول اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حکمران اس بات کے پابند ہیں کہ وہ ہر اعتبار سے لوگوں کے لئے سہولیات مہیا کریں۔ عام زندگی کی مادی سہولیات سے لے کر لوگوں کے باہمی معاملات اور عوام اور حکومت کے درمیان کے معاملات، دفتری طریق کار، حصول انصاف، روزگار، ذرائع رسل ورسائل غرض ہر جگہ آسانیاں اور سہولتیں پیدا کریں۔ ان احادیث میں چونکہ رسول اللہ ﷺ سرکاری افسران سے مخاطب دکھائی دیتے ہیں، اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون نافذ نہ کریں یا کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس کے نتیجے میں لوگ انتشار و افتراق کا شکار ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے اللہ میری امت کے کسی معاملہ میں جسے ذمہ دار بنایا گیا اور اس نے لوگوں کے ساتھ سختی کا مظاہرہ کیا تو تو بھی اس کے ساتھ سختی ہی کر اور جس نے ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ نہ کیا تو تو بھی اس کے ساتھ شفقت نہ فرمانا" (۶۹)

تعلیمات نبوی ﷺ میں حکمران کی اطاعت کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا مقصد بدامنی کی روک تھام ہے۔ لوگوں کو حکومت کے ساتھ تصادم سے روکا گیا ہے لیکن عوام کی آزادی رائے، حکمران سے مؤاخذہ کے حق اور اس کی غلطیوں کی نشاندہی اور ان غلطیوں کی اصلاح پر حکمران کو مجبور کرنے اسے انہیں روکا نہیں گیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک کے سیاسی نظام میں مؤاخذہ کا باقاعدہ طریق کار وضع کیا جائے تاکہ اہل مناصب سے اختلاف اور لاقانونیت دونوں میں فرق قائم رہ سکے۔ مملکت میں استحکام اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جب امن وامان موجود ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ حکمران اور عوام کے درمیان خیرخواہی اور اطاعت کا رشتہ مضبوط ہو۔ جس طرح حکمران پر فرض ہے کہ وہ عوام کا خیرخواہ ہو اسی طرح عوام پر بھی فرض ہے کہ وہ حکمران کی خیرخواہی چاہیں۔

پاکستان میں مناصب وذرائع کے استعمال سے متعلق ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کی رپورٹ:

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل ایک بین الاقوامی ادارہ ہے جو دنیا کے تمام ممالک کے مالی معاملات پر نظر رکھتا ہے اور وسائل کے ناجائز استعمال کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کا مقصد جہاں کسی ملک کے عوام کو حقائق سے آگاہ کرنا ہے وہاں اس کی حکومت کو اصلاح احوال کا راستہ بھی دکھانا ہے۔ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل اور دیگر عالمی اداروں کی رپورٹوں سے حاصل ہونے والی اطلاعات کی بنیاد پر پاکستان میں ہونے والی کرپشن کا تخمینہ ہے۔ قومی خزانے کی چوری اور ملک کے مالی وسائل کی لوٹ مار ایسا ناسور ہے جو ہمارے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں سمیت پورے معاشرے میں خطرناک حد تک سرایت کر چکا ہے۔ پہلے تو تھانیدار اور پٹواری کی حد تک کرپشن کی شکایات ہوتی تھیں لیکن اب اس میں بلند ترین سطح تک لوگوں کے ملوث ہونے کی باتیں عام ہیں اور میڈیا تواتر سے ان کی نشاندہی کر رہا ہے۔ عدلیہ بھی اس کا نوٹس لے رہی ہے مگر حکومت اسے روکنے میں کامیاب ہوئی ہے اور نہ پارلیمنٹ نے احتساب کا نظام موثر بنانے کیلئے کوئی

قابل ذکر قانون سازی کی ہے۔

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کی طرف سے جاری کردہ گلوبل کرپشن بیرومیٹر ۲۰۱۳ء رپورٹ کے مطابق دنیا کے پچانوے ممالک کے کرپشن سروے میں پاکستان چونتیسویں نمبر پر ہے۔ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل پاکستان کے ایڈوائزر کے بقول پاکستان میں لینڈ سروسز کے شعبے میں سب سے زیادہ کرپشن ہے۔دنیا بھر میں پولیس کا محکمہ سب سے زیادہ کرپٹ ہے جبکہ پاکستانی پولیس کرپشن میں دوسرے نمبر پر ہے تاہم پاکستانی عدلیہ کا ریکارڈ دنیا کے دیگر ممالک کی عدلیہ سے بہتر ہے۔گزشتہ دو سالوں میں کرپشن میں اضافہ ہوا اور سب سے زیادہ کرپشن سرکاری اداروں میں ہوئی۔(۷۰)

ماضی میں بھی مختلف عالمی اداروں کی رپورٹوں میں کرپشن میں مسلسل اضافے کی نشاندہی کی جاتی رہی ہے۔مگر جن حلقوں پر حالات سدھارنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ان کے رویے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کرپشن سے ملک کو پہنچنے والے نقصان یا عوام کے مسائل میں روز افزوں اضافے کی انہیں کوئی پروا نہیں ہے۔ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل نے سالانہ رپورٹ ۲۰۱۲ء میں نشاندہی کی ہے کہ پاکستان 75 ممالک کی فہرست میں بدعنوانی کے حوالے سے تینتیسویں نمبر پر ہے۔متعدد ممالک میں مالی بدعنوانیوں کی نشاندہی اور درجہ بندی کرتے ہوئے پاکستان میں ہر سال کرپشن میں ریکارڈ اضافے کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے اور بتایا ہے کہ پچھلے پانچ برسوں کے دوران بارہ ہزار چھ سو ارب روپے کی کرپشن کی گئی جو ایک ریکارڈ ہے۔ یہ رقم سالانہ دو ہزار پانچ سو بیس ارب اور یومیہ تقریباً سات ارب روپے بنتی ہے۔(۷۱)

❖❖❖

حوالہ جات

۱۔ البیهقی، أبو بکر، أحمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، کِتَابُ الْوَدِيعَةِ ،بَابُ مَا جَاءَ فِی التَّرْغِیبِ فِی أَدَاءِ الْأَمَانَاتِ ،رقم الحدیث ۱۲۶۹۴ ، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثالثة، 1424ه/2003م، ۶/۴۷۱

۲۔ الانبیاء ۱۰۵:۲۱

۳۔ النساء ۵۸:۴

۴۔ الصنعانی ، عبد الرزاق، المصنف ، بَابُ ذِکْرِ الْمِفْتَاحِ ،رقم الحدیث ۹۰۷۶، المجلس العلمی، الهند، 1403ه، ۵/۸۴

۵۔ امین احسن اصلاحی، مولانا، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ۲۰۰۷ء، ۲/ ۳۲۳

۶۔ عثمانی، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی، ۲۰۰۳ء، ۲/ ۴۴۶

۷۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کِتَابُ الأَحْكَامِ، بَابُ مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ، رقم الحدیث ۷۱۵۰، موسوعة الحدیث الشریف، الکتب الستة، مکتبة دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء

۸۔ ایضاً، كِتَابُ الجُمُعَةِ، بَابُ الجُمُعَةِ فِي القُرَى وَالمُدُنِ، رقم الحدیث ۸۹۳

۹۔ مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ خِيَارِ الْأَئِمَّةِ وَشِرَارِهِمْ، رقم الحدیث ۱۸۵۵

۱۰۔ بخاری، كِتَابُ العِلْمِ، بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِي حَدِيثِهِ، رقم الحدیث ۵۹

۱۱۔ محمد بن محمد بن سلیمان، جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزَّوائِد، طاعة الإمام ولزوم الجماعة، مکتبة ابن کثیر، الکویت، الطبعة: الأولى، 1418ھ/ 1998م، رقم الحدیث ۲/ ۴۶۱، ۶۰۵۸

۱۲۔ ابن کثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمر، مسند أمیر المؤمنین أبی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وأقواله علی أبواب العلم، کتاب الامارة، دار الوفاء، المنصورة، الطبعة: الأولى، 1411ھ/ 1991م، ۲/ ۵۳۷

۱۳۔ القصص ۲۸: ۲۶

۱۴۔ علاء الدین علی بن حسام الدین، الهندی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، الفصل الثانی فی تعدید الاخلاق المحمودة، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الطبعة الخامسة، 1401ھ/ 1981م، رقم الحدیث ۵۵۰۳، ۳/ ۶۲

۱۵۔ المومنون ۲۳: ۸؛ المعارج ۷۰: ۳۲

16. The Consitution of Pakistan,3rd schedule,oaths of officers,PLD publishers,1999,p.588-603

۱۷۔ ابن تیمیه، تقی الدین، أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، السیاسة الشرعیة، وزارة الشؤون الإسلامیة والأوقاف والدعوة والإرشاد، المملكة العربیة السعودیة، الطبعة: الأولى، 1418ھ، ص ۷

۱۸۔ صحیح مسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ النَّهْيِ عَنْ طَلَبِ الْإِمَارَةِ وَالْحِرْصِ عَلَيْهَا، رقم الحدیث ۱۸۲۴

۱۹۔ ایضاً، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ كَرَاهَةِ الْإِمَارَةِ بِغَيْرِ ضَرُورَةٍ، رقم الحدیث ۱۸۲۵

۲۰۔ بخاری، كِتَابُ الأَحْكَامِ، بَابُ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ الإِمَارَةَ أَعَانَهُ اللَّهُ عَلَيْهَا، رقم الحیث ۷۱۴۶

۲۱۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، كِتَابُ الْقَضَاءِ، بَابُ فِي طَلَبِ الْقَضَاءِ، رقم

الحدیث ۳۵۷۸، موسوعۃ الحدیث الشریف، الکتب الستۃ، مکتبۃ دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

۲۲۔ یوسف ۱۲: ۵۵

۲۳۔ بخاری، کِتَابُ العِلْمِ، بَابُ الِاغْتِبَاطِ فِی العِلْمِ وَالحِكْمَةِ، رقم الحدیث ۷۳۔

۲۴۔ ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کِتَابُ الصَّدَقَاتِ، بَابُ التَّشْدِيدِ فِی الدَّيْنِ، رقم الحدیث ۲۴۱۲، موسوعۃ الحدیث الشریف، الکتب الستۃ، مکتبۃ دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

۲۵۔ الترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، جامع الترمذی، أَبْوَابُ السِّيَرِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بَابُ مَا جَاءَ فِی الغُلُولِ، موسوعۃ الحدیث، الکتب الستۃ، مکتبۃ دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، رقم الحدیث ۱۵۷۲، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

۲۶۔ علاء الدین علی بن حسام الدین الهندی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، حرف الخاء، الخیانۃ، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ، 1401ھ/1981م، رقم ۷۴۲۶، ۴۶۸/۳

۲۷۔ سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی تعظیم الغلول، رقم الحدیث ۲۷۱۰

۲۸۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن أحمد بن محمد، المغنی، رقم ۱۶۷۰، مَسْأَلَةٌ لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ عَلَى الْغَالِّ، مکتبۃ القاهرہ، ۴۱۵/۲

۲۹۔ سنن ابن ماجہ، بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ، رقم الحدیث ۲۲۹

۳۰۔ احمد بن حنبل، أبو عبد اللہ، مسند الإمام أحمد بن حنبل، حَدِيثُ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، رقم الحدیث ۱۷۰۰۱

مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الأولی، 1421ھ/2001م، ۲۲۱/۲۸

۳۱۔ أحمد بن عمرو بن الضحاک الشیبانی، الآحاد والمثانی، باب وَمِنْهُمْ: عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ وَأَبُو الْعَاصِ هُوَ اسْمُهُ وَمِنْ أَخْبَارِهِ، رقم ۱۵۴۴، دار الرایۃ، الریاض، الطبعۃ: الأولی، 1411-1991، ۱۹۷/۳

۳۲۔ الطبرانی، سلیمان بن أحمد، أبو القاسم، المعجم الکبیر، كِلَابُ بْنُ أُمَيَّةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، رقم الحدیث ۸۳۷۱، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاهرۃ، 1411ھ/ 1991م، الطبعۃ: الثانیۃ، ۵۴/۹

۳۳۔ أبو بکر محمد بن هارون الرُّویانی، مسند الرویانی، القاسم ابو عبد الرحمن عن ابی امامۃ، رقم الحدیث ۱۲۲۸

مؤسسۃ قرطبۃ، القاهرۃ، الطبعۃ: الأولی، 1416ھ، ۲۸۹/۲

۳۴۔ المعجم الکبیر، رقم ۱۴۱۵، ۹۳/۲

۳۵۔ بخاری، كِتَابُ الحِيَلِ، بَابُ احْتِيَالِ العَامِلِ لِيُهْدَى لَهُ، رقم الحديث ۶۹۷۹

۳۶۔ سنن ابی داؤد، كِتَاب الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ، بَابٌ فِي هَدَايَا الْعُمَّالِ، رقم الحديث ۲۹۴۶

37. See:http//:beta.jang.com.pk/details.asp?nid=101173

۳۸۔ مفتی محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، ۳/۱۵۱

۳۹۔ النساء ۴:۲

۴۰۔ البقرة ۲:۱۸۸

۴۱۔ جامع الترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم، رقم الحدیث ۱۳۳۴

۴۲۔ ا بن حجرالعسقلانی،أحمد بن علی، أبو الفضل، فتح الباری شرح صحیح البخاری،وَله بَاب مَا يُعْطى فِي الرّقية على أَحيَاء الْعَرَبِ ،رقم ۲۲۷۶ ،دار المعرفة بیروت، 1379ھ، ۴/۴۵۴

۴۳۔ القرطبی، أبو عبدالله محمد بن أحمد، الجامع لأحكام القرآن، (سورة المائدة(5): آية 42) دار الكتب المصرية القاهرة، الطبعة: الثانية، 1384ه/1964م، ۶/۱۸۳

۴۴۔ ایضاً

۴۵۔ ایضاً

۴۶۔ ایضاً

۴۷۔ المعجم الکبیر لطبرانی رقم ۱۴۱۵، ۲/۹۳

۴۸۔ سنن ابی داؤد، كِتَاب الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ، بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الِاقْتِرَاضِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، رقم الحديث ۲۹۵۹

۴۹۔ ایضاً، کتاب البیوع، باب فی الهدية لقضاء الحاجة، رقم الحدیث ۳۵۴۱

۵۰۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۶۱۵

۵۱۔ الزَّبیدی، محمّد بن محمّد، تاج العروس، بذیل مادہ ع رف، دار الهداية، ۲۴/۱۴۵؛ ابن منظور الافریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، فصل العين المهملة، دار صادر بیروت، الطبعة: الثالثة 1414ه، بذیل مادہ عریف، ۹/۲۸

۵۲۔ سنن ابی داؤد، كِتَاب الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ، بَابٌ فِي الْعِرَافَةِ، رقم الحديث ۲۹۳۳

۵۳۔ ایضاً، رقم الحدیث ۲۹۳۴

۵۴۔ المنذری، عبد العظيم بن عبد القوي، أبو محمد، التّرغيب والترهيب من حديث الشريف، كتاب الصَّدقَات التَّرْغِيب فِي أَدَاء الزَّكَاة، دار الكتب العلمية - بیروت، الطبعة: الأولى، 1417، رقم ۱۱۸۰، ۱/۳۲۱

۵۵۔ تاج العروس، بذیل مادہ نقب، ۴/۲۹۷؛ لسان العرب، فصل النون، ۱/۷۶۹

۵۶۔ ابن حجر، فتح الباری، قَوْلُهُ بَابُ وُفُودِ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ۔۔۔، رقم ۳۸۸۹، دار المعرفة بیروت، 1379ھ، ۷/۲۲۱

۵۷۔ صحیح مسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ فَضِيلَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ، رقم الحدیث ۱۸۲۴

۵۸۔ سنن ابن ماجه، كِتَابُ الدِّيَاتِ، بَابُ الدِّيَةِ عَلَى الْعَاقِلَةِ، رقم الحدیث ۲۶۳۴

۵۹۔ مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضی اللہ عنہا، رقم الحدیث ۲۵۳۲۶

۶۰۔ أبو يوسف، يعقوب بن ابراهيم، امام، الخراج، من وَصَايَا عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، المكتبة الأزهرية للتراث، ص ۲۴

۶۱۔ البيهقي، شعب الإيمان، الثَّالِثُ وَالْأَرْبَعُونَ مِنْ شُعَبِ الْإِيمَانِ، بَاب فِي الْحَثِّ عَلَى تَرْكِ الْغِلِّ وَالْحَسَدِ، رقم ۶۱۸۸

۶۲۔ ابن قيم، محمد بن أبى بكر الجوزية، اعلام الموقعين، مطبعة دار السعادة، مصر، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، ۹، ۳/۷

۶۳۔ أبو يوسف، الخراج، فَصْلٌ: فِي تَقْبِيلِ السَّوَادِ وَاخْتِيَارِ الْوُلَاةِ، مَا يصلح المَال و نصائح عمر للحكام، ص ۱۲۶

۶۴۔ الهيثمي، نور الدين على بن أبى بكر، مجمع الزوائد، كتاب الديات، دار الكتب العلمية بيروت، ۱۹۸۸ء، ۶/۲۸۹

۶۵۔ سنن ابن ماجه، كِتَابُ الْحُدُودِ، بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُودِ، رقم الحدیث ۲۵۴۷

۶۶۔ أبو يوسف، الخراج، فَصْلٌ: فِي تَقْبِيلِ السَّوَادِ وَاخْتِيَارِ الْوُلَاةِ، مَا يصلح المَال و نصائح عمر للحكام، س ن، ۱۳۱

۶۷۔ أحمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث ابى موسى اشعرى، رقم الحديث ۱۹۶۸۷

۶۸۔ بخاری، كِتَابُ الوُضُوءِ، بَابُ صَبِّ المَاءِ عَلَى البَوْلِ فِي المَسْجِدِ، رقم الحدیث ۲۲۰

۶۹۔ صحیح مسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، بَابُ فَضِيلَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ، رقم الحدیث ۱۸۲۸

70. http//:www.amnesty.org/en/region/pakistan/report-2013

71. ibd,report-2012

❖❖❖